امام ابن ماجة

(۲۰۹ھ - ۲۷۳ھ)

تعارف ۔ تذکرہ ۔ خدمات

* ڈاکٹر علی اصغر چشتی

نام ونسب

ابن خلکان نے امام ابن ماجہ کا سلسلہ نسب یوں بتایا ہے:

''ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی (۱) کنیت ابوعبد اللہ، نام محمد، الربعی القزوینی نسب اور ابن ماجہ عرف ہے۔ شاہ عبد العزیز نے آپ کے دادا کا نام عبد اللہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب ہے اس لیے آپ ابن ماجہ کہلواتے ہیں'' (۲)

امام ابن ماجہ کی پیدائش قزوین میں ہوئی ۔ قزوین ایران کا مشہور شہر ہے ۔ اس کو امام ابن ماجہ کے مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ علامہ حموی نے معجم البلدان میں قزوین پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کے مناقب میں روایات کا تذکرہ بھی کیا ہے ۔ (۳)

ابتدائی حالات

امام ابن ماجہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے ۔ یہ وہ دور تھا جب قزوین میں علمی مراکز کی بہتات تھی ۔ جن شیوخ کے حلقوں کو بہت شہرت اور اہمیت حاصل تھی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

---

* مدیر مسؤل، ''مجلّہ معارفِ اسلامی''، ڈین، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

① علی بن محمد ابوالحسن طنافسی ۔ (م۔ ۲۳۳ھ)

② عمرو بن رافع ابوحجر بجلی ۔ (م۔ ۲۳۷ھ)

③ اسماعیل بن ابوسہل قزوینی ۔ (م۔ ۲۴۷ھ)

④ ہارون بن موسیٰ تمیمی ۔ (م۔ ۲۴۸ھ)

⑤ محمد بن ابی خالد ابوبکر قزوینی ۔ (م۔ ۲۴۸ھ)

امام ابن ماجہ نے ان مشائخ سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات مؤرخین کے ہاں دستیاب نہیں ہیں۔ البتہ علم حدیث کے حصول کیلئے آپ نے جو جدوجہد اور کدوکاوش کی اس کے بارے میں علماء نے صراحت کی ہے۔

ابن خلکان اس ضمن میں لکھتے ہیں:

أرتحل إلي العراق والبصرة والكوفة وبغداد ومكة والشام ومصر والرى لكتب الحديث

''علم حدیث کی تلاش وجستجو میں آپ نے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، حجاز، شام، مصر اور رے کا سفر کیا''۔(۴)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

سمع بخراسان والعراق والحجاز ومصر والشام وغيرہا من البلاد............ (٥)

''وغیرھا من البلاد'' سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذکورہ شہروں کے علاوہ اور شہروں کا سفر بھی کیا تھا جس کا ثبوت آپ کے شیوخ کے ناموں سے بھی ملتا ہے۔

حافظ ابوالقاسم علی بن حسن (م ۵۷۱ھ) نے ائمہ ستہ کے شیوخ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جن میں امام

ابن ماجہ کے شیوخ کا بھی ذکر کیا ہے۔ان میں سے چند مشہور حضرات کے نام یہ ہیں:

① ابراہیم بن منذر خرامی۔ (م۔۲۳۶ھ)

② ابوبکر بن ابی شیبہ۔ (م۔۲۳۵ھ)

③ ہشام بن عمار۔ (م۔۲۴۵ھ)

④ جبارہ بن المغلس۔ (م۔۲۴۱ھ)

⑤ عبداللہ بن معاویہ۔ (م۔۲۲۳ھ)

⑥ محمد بن رمح۔ (م۔۲۴۲ھ)

⑦ داؤد بن رشید (م۔۲۹۱ھ)

⑧ محمد بن عبداللہ بن نمیر (م۔۲۳۴ھ)

تلامذہ

امام ابن ماجہ کا شمار اپنے دور کے معروف و مشہور محدثین میں تھا۔اس لئے بے شمار طلبہ نے آپ سے کسب فیض کیا۔آپ کے جن تلامذہ کو شہرت حاصل ہوئی ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ ابراہیم بن دینار۔

۲۔ احمد بن ابراہیم قزوینی۔

۳۔ ابوالطیب احمد بن روح شعرانی بغدادی۔

۴۔ احمد بن محمد مدنی۔

۵۔ اسحاق بن محمد قزوینی۔

۶۔ جعفر بن ادریس۔

۷۔ ابوبکر حامد البہری۔

۸۔ حسین بن علی۔

۹۔ سلیمان بن یزید قزوینی۔

۱۰۔ محمد بن علی صفار۔

۱۱۔ ابوالحسن القطان۔

۱۲۔ اسحاق بن محمد۔ (٦)

علماء کا اعتراف کمال

امام ابن ماجہ کی جلالتِ شان، علمی مقام اور علم حدیث کیلئے آپ کی خدمات کا اعتراف علماء نے بہت عمدہ الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں:

''كان إماما فى الحديث عارفا بعلومه وجميع ما يتعلق به''۔

''آپ ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ علم حدیث کے تمام انواع واقسام پر آپ کو دسترس حاصل تھی''۔(۷)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''هو أبو عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه صاحب كتاب السنن المشهورة، وہى دالة على علمه وتبحره واطلاعه واتباعه للسنة فى الأصول والفروع''۔(۸)

''امام ابن ماجہ کی سنن علماء کے ہاں متداول، معروف اور مشہور ہے۔ آپ کی مرتب کردہ کتاب سے آپ کی صلاحیت، اصابت فکر، معلومات اور اصول وفروع میں سنت کے ساتھ انسلاک کا بآسانی اندازہ ہوجاتا ہے''۔

ابو یعلی خلیلی کہتے ہیں:

ابن ماجه ثقة كبير متفق عليه يحتج به ، له معرفة بالحديث و حفظه (۹)

''امام ابن ماجہ کی عدالت وثقاہت پر علماء کا اتفاق ہے۔آپ حدیث کے شیوخ اور حفاظ میں سے ہیں''۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

قد كان ابن ماجه حافظا صدوقا واسع العلم۔(۱۰)

امام ابوالقاسم رافعی کا بیان ہے:

سمع الكثير وصنف السنن والتاريخ والتفسير، وكان عارفا بهذا الشأن (۱۱)

وفات

حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی کہتے ہیں کہ میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا جو عہد صحابہ سے لیکر ان کے زمانہ تک رجال اور امصار کے حالات پر مشتمل ہے۔اس تاریخ کے آخر میں امام ابن ماجہ کے شاگرد جعفر بن ادریس کی یہ تحریر ہے کہ ابوعبداللہ محمد بن یزید نے دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا اور سہ شنبہ ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو دفن کئے گئے۔ میں نے خود ان سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا تھا۔اس حساب سے وفات کے وقت آپ کی عمر چونسٹھ سال تھی۔

تصنیفات

مؤرخین نے امام ابن ماجہ کی بہت سی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔آپ نے تفسیر، تاریخ اور حدیث تینوں موضوعات پر گراں قدر علمی کام کیا۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:''لابن ماجه تفسير حافل''۔

علامہ سیوطی نے الاتقان میں اس کو تفسیر ابن جریر کے طرز کی تصنیف بتایا ہے۔ ابن خلکان نے آپ کی تاریخ کو تاریخ ملیح اور حافظ ابن کثیر نے تاریخ کامل سے تعبیر کیا ہے۔ تاریخ اور تفسیر پر آپ کا جمع کردہ سرمایہ وسیع، ضخیم، قابل قدر اور مفید بتایا جاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ

اس کتاب کی افادیت اور اہمیت پر علماء کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: (وكتابه فی السنن جامع جيد) یعنی ''ان کی کتاب سنن میں ایک عمدہ جامع ہے''۔ (۱۲)

امام ابن ماجہ کہتے ہیں:

عرضت ہذه السنن على أبي زرعة فنظر فيه وقال: أظن إن وقع ہذا فى أيدى الناس تعطلت ہذه الجوامع وأكثرہا

''میں نے اپنی کتاب امام ابوزرعہ رازی کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: ''اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو حدیث کی بہت ساری جوامع اور مصنفات کا مطالعہ لوگ چھوڑ دیں گے''۔ مقصد یہ ہے کہ لوگ دیگر کتابوں سے مستغنی ہو جائیں گے۔

حافظ ابوالقاسم القزوینی (م ۔ ۶۲۳ھ) تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں:

والحفاظ يقرنون كتابه بالصحيحين وسنن أبى داؤد والنسائى ويحتجون بما فيه

''حفاظ حدیث سنن ابن ماجہ کو صحیحین، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کے برابر سمجھتے ہیں اور اس کی روایات کو قابل استدلال مانتے ہیں''۔ (۱۳)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

هو كتاب مفيد قوي التبويب فى الفقه

''امام ابن ماجہ نے اپنی سنن کی تدوین میں فقہی ترتیب کو مدنظر رکھا ہے۔ یہ بہت مفید اور وقیع کتاب ہے''۔(۱۴)

سنن ابن ماجہ کے رواۃ

امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ ہزاروں طلبہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ان میں جن حضرات نے ''سنن'' کو روایت کیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

سلیمان بن یزید۔ ابوجعفر محمد بن عیسی۔

ابوبکر حامد البہری۔ سعدون۔

ابوالحسن القطان۔

ان رواۃ میں سب سے زیادہ جس کی روایت کو حسن قبول حاصل ہوا وہ شیخ ابوالحسن القطان ہیں۔ان کے نسخے میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں۔مطبوعہ نسخوں میں 'قال ابوالحسن حدثنا' سے یہی مراد ہے۔یہ اپنے زمانے کے بڑے مشہور عالم اور محدث تھے۔ان کی ولادت ۲۵۴ھ اور وفات ۳۴۵ھ میں ہوئی۔ حافظ ذہبی نے انہیں ''صاحب ابن ماجہ'' کے نام سے یاد کیا ہے۔(۱۵)

سنن ابن ماجہ کی استنادی حیثیت

سنن ابن ماجہ کی روایات پر علماء نے اعتماد کیا ہے اور انہیں قابل استدلال سمجھا ہے۔امام ابوالقاسم رافعی (م ۶۲۳ھ) کہتے ہیں کہ:

''حفاظ حدیث سنن ابن ماجہ کو صحیحین، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کے برابر سمجھتے ہیں''۔

اور اس کی روایات سے سند لاتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

كلها جياد سوى اليسيرة

''سنن ابن ماجہ کی ساری روایات عمدہ ہیں سوائے چند کے''۔(۱۶)

حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں:

''سنن ابن ماجہ بہت اچھی کتاب ہے۔ کاش اس میں چند واہی (موضوع) حدیثیں نہ ہوتیں جن کی تعداد زیادہ نہیں ہے''۔(۱۷)

امام ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ:

''میں نے ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا۔ اس میں چند معمولی احادیث پر کلام ہے جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی۔ باقی کتاب میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے''۔(۱۸)

حافظ ذہبیؒ نے امام ابوزرعہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

''سنن ابن ماجہ میں شاید تیس حدیثیں ایسی ہیں جن کی اسناد میں ضعف ہے''۔(۱۹)

ممکن ہے ان سے مراد وہ تیس حدیثیں ہوں جن کو حافظ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں درج کیا ہے اور انہیں موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے ابوعبداللہ رشید کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ:

''امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ایسے رواۃ کی روایات لی ہیں جو علماء رجال کے نزدیک غیر معیاری اور نا قابل اعتماد ہیں''۔

سنن ابن ماجہ کے متعلق ایک غلط فہمی

حافظ ابوزرعہ رازی، حافظ ابن الجوزی، حافظ ذہبی، علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر ناقدین کے اقوال و آراء کی وجہ سے سنن ابن ماجہ کے بارے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ سنن ابن ماجہ کی روایات دیگر مصادر حدیث کے مقابلہ میں کمزور اور کم درجہ کی ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابن ماجہ کے تفردات کو ضعیف قرار دیا گیا۔ حافظ مزیؒ نے سنن ابن ماجہ کے بارے میں یہ کلیہ نقل کیا ہے:

کل ما انفرد به ابن ماجه فهو ضعيف

حافظ ابن حجر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

السنن لابن ماجه جامع جيد كثير الأبواب والغرائب وفيه أحاديث ضعيفة جدا''

امام ابن ماجہ کی سنن بہت عمدہ تالیف ہے۔ ابواب کی ترتیب اور منفرد روایات کی وجہ سے مفید ہے، لیکن اس میں ایسی احادیث موجود ہیں جو بہت زیادہ ضعیف ہیں۔

حافظ ابن حجر کا تجزیہ یہ ہے کہ: سنن ابن ماجہ میں ضعیف روایات آئی ہیں۔ لیکن جو کلیہ حافظ مزی نے نقل کیا ہے اس سے آپ اتفاق نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وليس الأمر فى ذلك على إطلاقه باستقرائى وفى الجملة، ففيه احاديث كثيرة منكرة

''جہاں تک میرے ذاتی تجزیہ کا تعلق ہے تو امام ابن ماجہ کی ساری منفرد روایات کو ضعیف کہنا صحیح نہیں البتہ اس سنن میں غیر معیاری روایات اچھی خاصی تعداد میں پائی جاتی ہیں''

جن روایات میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں ان میں صحیح احادیث بھی ہیں اور حسن بھی۔ مولانا عبدالرشید نعمانی نے اپنی کتاب ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' میں اس موضوع پر بہت مفید، وقیع اور عمدہ گفتگو فرمائی ہے۔ مولانا نعمانی

کی تحقیق کے مطابق سنن ابن ماجہ کی منفرد روایات کے رجال کے متعلق بھی کلیۃً یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ سب کے سب ضعیف اور ناقابل اعتماد ہیں۔ آپ نے ان روایات پر تفصیلی بحث کی ہے اور مثالوں کے ذریعہ وضاحت کی ہے کہ منفرد روایات میں حسن بھی ہیں اور صحیح بھی ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں چونکہ ایسی احادیث آئی ہیں جو موضوع اور منکر کے درجہ کی ہیں؛ اسلئے علماء نے اس کو ''کتب ستہ'' میں چھٹا درجہ دیا ہے۔ علامہ ابوالحسن سندی شارح سنن ابن ماجہ اپنی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

وبالجملة فهو دون الكتب الخمسة فى المرتبة

''کتب خمسہ کے مقابلہ میں سنن ابن ماجہ کا درجہ بہر حال کم ہے۔''

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ کتب ستہ میں صحت کے لحاظ سے جو درجہ بندی کی گئی ہے وہ مجموعی حیثیت سے کی گئی ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کتب خمسہ کی ہر حدیث سنن ابن ماجہ کی ہر روایت پر صحت میں فوقیت رکھتی ہے۔ کتب خمسہ میں بھی ایسی روایات موجود ہیں جن پر سنداً متناً علماء نے کلام کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ اور مصادر حدیث

سنن ابن ماجہ کو سب سے پہلے ابوطاہر مقدسی (۵۰۷ھ) نے مصادر حدیث میں داخل کیا ہے اور علماء رجال میں سب سے پہلے حافظ عبدالغنی المقدسی (۶۰۰ھ) نے الکمال میں ابوطاہر کی موافقت کرتے ہوئے کتب خمسہ کے بعد اس کو چھٹی کتاب قرار دیا ہے۔ متاخرین نے انہی کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ سنن ابن ماجہ کو کتب ستہ میں شمار کرنے کی وجہ اس کی افادیت ہے۔ اس میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو دیگر مصادر حدیث میں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے شروع ہی سے اس کی وقعت اور اہمیت کو تسلیم کرلیا ہے۔ ابن خلکان، امام ابن ماجہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وكتابه فى الحديث أحد الصحاح الستة

''حدیث میں ان کی مرتب کردہ کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے''۔(۲۰)

حواشی وحوالہ جات

۱- وفیات الاعیان، ج:۲،ص:۳۰۸۔

۲- عجالہ نافعہ،ص:۲۸۔

۳- معجم البلدان، ج:۲،ص:۱۸۰۔

۴- وفیات الاعیان، ج۲،ص۳۰۸۔

۵- تہذیب التہذیب: ج۹،ص۵۳۱ھ۔

۶- تہذیب التہذیب: ج۹،ص۵۳۱۔

۷- وفیات الاعیان: ج۳،ص۳۰۸۔

۸- البدایۃ والنہایۃ: ج۱،ص۵۲۔

۹- تہذیب التہذیب۔

۱۰- سیر اعلام النبلاء۔

۱۱- المنتظم: ج۵،ص۹۰۔

۱۲- تہذیب التہذیب- ج۹/ص۳۱۔

۱۳- ابن ماجہ اور علم حدیث،ص۱۲۹۔

۱۴- الباعث الحثیث،ص۹۔

۱۵- تذکرۃ الحفاظ، ج۲،ص۱۸۹۔

۱۶- البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱،ص۵۵۔

۱۷- تذکرۃ الحفاظ، ج۲،ص۸۹۔

۱۸- شروط الائمہ،ص۱۶۔

۱۹- تذکرہ، ج۲،ص۱۸۹۔

۲۰- وفیات الأعیان، ج۳،ص۳۰۸۔

۲۳- آل عمران:۷۔

۲۴- الزخرف:۵۸۔

۲۵- فی الزوائد: رجال إسناد ہذا الحدیث کلہم مجہولون۔ قالہ الہیثمی۔

۲۶- ہذا الحدیث أخرجہ الترمذی وقال: ہذا حدیث حسن۔

۲۷- ہذا المتن مما انفردبہ الإمام ابن ماجہ۔

۲۸- فی الزاوئد: إسنادہ ضعیف۔

نوقد قریش

ماوراء النہر میں عرب کا ایک نایاب شہر اور اس کے بعض مشہور علماء

* محمد شاہ عالم

خلاصہ

[''نوقد قریش'' ماوراء النہر میں عرب کا ایک اہم شہر تھا۔ مسلمانوں نے ہی سب سے پہلے ماوراء النہر کی اصطلاح ایجاد کی، اس سے پہلے یہ علاقہ اس عظیم ترکستان کا حصہ تھا۔ سعید بن عثمان بن عفان نے امیر معاویہؓ کے زمانے میں (۵۵ھ/۶۷۴م) بخارا، مسلم بن زیاد نے یزید بن معاویہ کے زمانہ میں سمرقند اور قتیبہ بن مسلم الباھلی نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں (۹۵ھ/ ۷۱۳م) پورے ماوراء النہر کو فتح کیا۔

پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی کے بعد قریش کے لوگوں نے اس شہر کو بسایا تھا اور شروع اسلام ہی سے یہاں رہنے لگے تھے۔ یہ شہر موجودہ ''قاراباغ'' گاؤں کی جگہ میں واقع تھا۔ جو ''قاماشی'' شہر سے 12 رکلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ پھر وہاں سے ازبکستان کی وادی ''قشقادریا'' کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے۔ مختلف تاریخی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علاقہ تین حصوں پر مشتمل تھا۔ ایک حصہ پر قریش کے لوگ رہتے تھے دوسرے حصے میں ''خرداخن'' لوگوں کی آبادی تھی۔ تیسرے حصے پر ''ساذہ'' لوگ آباد تھے۔

بخارا، سمرقند اور کش کے ساتھ نوقد قریش کی قریبی مناسبت ہونے کی وجہ سے اس شہر میں بھی علوم وفنون کی ترقی ہوئی۔ چنانچہ (۴۰۰ھ تا ۶۶۰ھ) کے دوران اس شہر میں بہت سے مشاہیر علماء گذرے۔ جن کے مختصر حالات پیش کیے گئے ہیں۔ مثلاً ابوالفضل عبدالقادر نوقدی، محمد بن منصور نوقدی، ابوبکر محمد سلیمان نوقدی، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد نوقدی، ابواللیث نصر بن عامر نوقدی، ابومحمد عبداللہ بن محمد نوقدی اور ابن النفیس علاء الدین علی بن ابی الحزم نوقدی۔ ساتویں ہجری یعنی تاتاریوں کے حملہ کے بعد اس شہر کی آبادی ختم ہوگئی۔]

---

* شعبہ دراسات اسلامیہ، ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ۔

❶ تمہید

علاقہ ''ماوراء النہر'' (۱) اس قدیم بین الاقوامی اہم ترین راستہ کے پار واقع ہے جو تمام مغربی ملکوں کو مشرقی ملکوں اور جنوبی ملکوں کو شمالی ملکوں کے ساتھ جوڑتا تھا۔ (۲) اس وجہ سے اس کا نام ''وسطیٰ ایشیاء'' (Central Asia) یا ''مرکزی ایشیا'' (۳) رکھا گیا۔ یہ علاقہ ایک مخصوص جگہ کے اوپر واقع ہونے کی وجہ سے مختلف تمدنوں اور ثقافتوں کے امتزاج کا محل تھا۔ نیز یہ علاقہ ہمیشہ دنیا کی بڑی بڑی ثقافتوں کا مرکز رہا۔ (۴)

علاوہ ازیں، وہ دنیا کے مختلف گوشوں کے غازیوں کا بھی مطمع نظر بنا رہا۔ دولت کی فراوانی اور حساس علاقہ (۵) میں اس کا واقع ہونا ہی اس کی اصل وجہ ہے۔ باہر سے آنے والے حملہ آور اور غازی اس ملک میں واضح طور پر اپنی کچھ نہ کچھ نشانیاں اور اثرات چھوڑ جاتے تھے۔ کبھی تو وہ کوئی نئے شہر بناتے تھے اور کبھی پہلے سے آباد شہروں میں قلعے (۶) بناتے تھے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ مسلمان عربوں نے پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی میں ''ماوراء النہر'' کے علاقے میں بہت سارے شہر آباد کیے جیسا کہ عربی مصادر (۷) سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان شہروں میں سے اہم ترین شہر ''نوقد قریش'' تھا جو ''ماوراء النہر'' کے صوبہ کش میں واقع ہے۔

❷ وجہ تسمیہ اور محل وقوع کی تفصیلات اور بحث

لفظ ''قریش'' جو اس اسم مرکب کا جزء ثانی ہے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عرب کے قریش کے لوگ شروع اسلام ہی سے یہاں بس گئے تھے۔ (۸) یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سعید بن عثمان بن عفان نے حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں (۵۵ھ/۶۷۴م) بخارا (۹) سلم یا مسلم بن زیاد یزید بن معاویہ کے زمانہ میں سمرقند (۱۰) اور قتیبہ بن مسلم الباھلی (متوفی ۹۶ھ/۷۱۴م) نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حجاج بن یوسف سے اجازت لے کر (۸۹ھ/۷۰۷م - ۹۵ھ/۷۱۳م کے مابین) پورے ماوراء النہر کو فتح کیا۔ (۱۱) ان کا نسب بھی اسی قبیلہ قریش سے ملتا ہے اور ان کے لشکری بھی زیادہ تر قریش سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے اس ملک کو فتح کرنے کے بعد اسے اپنے قبیلہ کے افراد کو دے دیا ہو، تاکہ جنگ کے بعد وہ لوگ اپنے خاندانوں کو وہاں بسا سکیں۔ بعد میں یہ مثال عرب کے دیگر قبائل کے لیے ماوراء النہر میں شہروں کے انتساب کرنے کا نقطۂ آغاز بن گئی۔